عقیدہ عصمت الانبیاء

ایک جائزہ

از

ابو شہریار

۲۰۱۸

www.islamic-belief.net

فہرست

معصوم عن الخطاء کا عقیدہ .... - 3 -
عبس وتولی کی شرح شیعوں میں .... - 5 -
عبس وتولی کی شرح اہل سنت میں .... - 6 -
عبس وتولی کی شرح مسعود احمد کی نظر میں .... - 8 -
من ذنبک وماتاخر کی شرح شیعوں میں .... - 9 -
من ذنبک وماتاخر کی شرح اہل سنت میں .... - 10 -
من ذنبک وماتاخر کی شرح مسعود احمد کی نظر میں .... - 12 -
رسول اللہ آیات بھول جاتے تھے؟ .... - 17 -
اس روایت کی اسنادی علت .... - 18 -
یہ متن منکر ہے .... - 18 -
تعداد آیات .... - 19 -
انبیاء کا الوحی الٰہی کو بھول جانا .... - 20 -

بسم اللہ الرحمان الرحیم

معصوم عن الخطاء کا عقیدہ

کیا کوئی بشر معصوم عن الخطاء ہے؟ اصلا یہ بحث ایک سیاسی جھگڑے میں شروع ہوئی اور وہ تھی عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل۔ مخالفین عثمان نے خلیفہ وقت کو خاطی کہا اور ان کے مقابلے پر علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کی احادیث گھڑی گئیں۔ اس طرح علی رضی اللہ عنہ اور ائمہ کے لئے معصوم ہونے کا عقیدہ شیعان علی میں آیا۔ دوسرے طرف اہل سنت جو علی کی امامت کے انکاری تھے انہوں نے مقابلتا انبیاء کی معصومیت کا عقیدہ اختیار کیا اور اس کے لئے دلائل ڈھونڈے

قرآن میں فرشتوں کی ایک صفت آئی ہے کہ

لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ

یہ انکار نہیں کرتے اس امر پر جو اللہ نے دیا ہو اور وہی کرتے ہیں جس کا امر ہوتا ہے

چونکہ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تو ناممکن سمجھا جانے لگا کہ انبیاء سے کسی غلطی کا صدور ممکن ہے۔ اس عقیدے کا تقابل جب قرآن سے کیا جاتا ہے تو جواب نفی میں ملتا ہے۔ قرآن میں انبیاء کا غلطی سے معصوم ہونے کا رد کیا گیا ہے۔ سورہ الانفعال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگ بدر کے قیدیوں کے معاملے میں غلطی کی نشان دہی کی گئی ہے۔ قرآن میں کئی مقام پر اگلے پچھلے گناہ معاف کرنے کا ذکر ہے (جس میں ذنب گناہ کا لفظ ہے)۔ آدم علیہ السلام کا شجر ممنوعہ سے کھانے کا ذکر ہے۔ نوح علیہ السلام کا اپنے بیٹے کے لئے دعا کا ذکر ہے اور اس پر اللہ تعالی کی ناراضگی کا بھی ذکر ہے۔ اس طرح واضح کیا گیا ہے کہ اگر کوئی غلطی

سے پاک ذات ہے تو وہ صرف اللہ تعالی ہے- اسی لئے سبحان اللہ بولا جاتا ہے کہ اللہ (غلطی و عیب سے) پاک ہے

عصمت انبیاء کے عقیدے کو وحی سے جوڑا جاتا ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ انبیاء سے غلطی ممکن ہے تو پھر اس کا مطلب ہے کہ وحی الہی میں غلطی بھی ہو سکتی ہے – لیکن یہ اعتراض سطحی ہے قرآن میں واضح ہے کہ وحی کی حفاظت اللہ نے خود کی ہے اور اس میں کسی بھی قسم کے کسی شیطانی القا کا دخل نہیں ہوا لہذا قرآن جو کلام اللہ ہے وہ پاک کلام ہے

عبيد الله السجزيّ أبو نصر (المتوفى: 444هـ) كتاب رسالة السجزي إلى أهل زبيد في الرد على من أنكر الحرف والصوت میں الباقلاني المتوفى ٤٠٢ ھ اور ان کی اتباع کرنے والے الأشعرية کے لئے لکھتے ہیں وہ کہتے ہیں

أن وقوع الكبائر من الأنبياء عليهم السلام في حال النبوة جائز إلا فيما يختص بالرسالة لا يجوز عليهم الكذب فيها ولا التغيير، ولا الكتمان

کہ انبیاء سے کبائر کا وقوع جائز ہے سوائے اس کے جو رسالت کے لئے خاص ہو کہ اس میں جھوٹ اور تغیر اور کتمان ان کے لئے جائز نہیں ہے

یعنی سن ۴۴۴ ہجری تک عصمت انبیاء کا عقیدہ وہ نہیں تھا جس شکل میں آج یہ عقیدہ ہے

اگلی چند صدیوں میں اس قول میں مزید تشریحات و آراء شامل ہوتی رہیں اور عصمت انبیاء کو عمومی طور پر تسلیم کر لیا گیا- لیکن اب اس میں کبائر و صغائر کی تقسیم سرے سے ہی نکال دی گئی – ظاہر ہے انبیاء میں سے کوئی بھی نہیں جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور جن کو ہم صغائر کہہ رہے ہیں کیا وہ انبیاء کے لئے واقعی صغائر تھے اس کی کیا دلیل ہے ؟ کہنے کا مقصد ہے کہ گناہ کبیرہ انبیاء میں سے کسی نے نہیں کیے لیکن جن کو ہم صغائر کہہ رہے ہیں کیا وہ انبیاء کے مقام و مرتبہ کے مطابق صغائر میں اتے ہیں ؟ اس کو ایک مثال سے سمجھیں انبیاء میں یونس علیہ السلام ایک فیصلہ کرتے ہیں کہ عذاب الہی کا سنتے ہی اپنا علاقہ چھوڑ دیتے ہیں دوسری طرف ان کی قوم توبہ میں مشغول ہوتی ہے اور اللہ ان کو ہدایت دے دیتا ہے لیکن اللہ تعالی کو یونس علیہ السلام کا عمل پسند نہیں اتا اور ان کو مچھلی میں قید کر دیتا ہے – اسی طرح آدم علیہ السلام بھی ابدی زندگی کی خواہش میں ابلیس کی باتوں

میں اکر شجر ممنوعہ میں سے کھا لیتے ہیں اس کو قرآن میں عھد بھولنا کہا گیا ہے –یعنی انبیاء کی معمولی غلطیاں بھی اتنی بڑی سمجھی جاتی ہیں ان کو اس کی سزا بھی دی جاتی ہے لہذا عام لوگوں میں اور انبیاء میں فرق رکھا گیا ہے

عصمت انبیاء کا عقیدہ اماموں سے منسوب کرنے کے لئے ۲۵۰ سے ۳۵۰ ہجری کے درمیان اہل تشیع نے روایات بیان کیں ان اس وقت تک ائمہ فوت ہو چکے تھے اور راویوں نے متضاد اقوال اماموں سے منسوب کر دیے- شیعوں کی دیکھا دیکھی اہل سنت کے متکلمین نے انبیاء کی معصومیت کا عقیدہ اختیار کر لیا

غلو کے اس سفر نے سن ۸۰ کی دہائی میں ایک نیا موڑ لیا جب نام نہاد امیر جماعت المسلمین مسعود احمد بی ایس سی نے یہ موقف بنایا کہ قرآن کے تراجم میں غلطیاں ہیں اور اس کا پرچار شروع کیا– مسعود احمد نے اس پر عصمت رسول کے نام سے کتابچہ لکھا جس میں تقریری انداز میں معصوم عن الخطا کے عقیدے کے تحت قرآن میں تحریف کی لہذا اس سلسلے میں انہوں نے کچھ آیات پر بحث کی

اب ہم ان مخصوص آیات کو دیکھتے ہیں ان میں اہل تشیع اور اہل سنت کے تفسیری اقوال میں تضاد پر غور کرتے ہیں اور پھر امیر المسلمین مسعود بی ایس سی کی آراء کو دیکھتے ہیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں

عبس و تولی کی شرح شیعوں میں

ابی الحسن علی بن ابراہیم القمی المتوفی ۳۲۹ ھ کی تفسیر میں ہے کہ یہ آیت عثکن کے لئے ہے

سورة عبس مكية (بسم الله الرحمن الرحيم عبس وتولى أن جاء ه الاعمى) قال: نزلت في عثكن وابن أم مكتوم وكان ابن أم مكتوم مؤذنا لرسول الله صلى الله عليه وآله وكان اعمى، وجاء إلى رسول الله صلى الله عليه وآله وعنده اصحابه وعثكن عنده، فقدمه رسول الله صلى الله عليه وآله عليه فعبس وجهه وتولى عنه فانزل الله عبس وتولى يعني عثكن ان جاء ه الاعمى (وما يدريك لعله يزكى) أي يكون طاهرا ازكى (او يذكر) قال يذكره رسول الله صلى الله عليه وآله ثم خاطب عثكن

سورہ عبس مکی ہے… یہ عثکن اور ابن اِم مکتوم کے لئے نازل ہوئی ہے –اور ابن ام مکتوم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے ایک موذن تھے اور یہ نابینا تھے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے پاس آئے اور ان کے

اصحاب کے پاس اور عثکن وہاں تھا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اس کو آگے کیا تو اس نے منہ موڑا اور پلٹا پس اللہ تعالی نے آیات نازل کیں ...یعنی عثکن نے کیا جب اس کے پاس نابینا آیا

کتاب مستدرك سفينة البحار از الشيخ علي کے مطابق عثكن: المراد بعثكن عثمان، كما قاله العلامة المجلسي - عثکن سے مراد عثمان ہے جیسا کہ علامہ مجلسی نے کہا ہے

عبس و تولی کی شرح اہل سنت میں

فخر الدین الرازی اپنی تفسیر مفاتیح الغیب میں لکھتے ہیں

اجمع المفسرون علی ان الذی عبس وتولی ہو الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ

فخر الدین الرازی نے کہا مفسرین کا اجماع ہے کہ عبس وتولی سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

یہی تفسیر الواحدی المتوفی ۴۶۸ ھ نے تفسیر التَّفْسِيرُ البَسِيْط میں کی ہے

عَبَسَ یعنی النبی - صلی اللہ علیہ وسلم

صحیح ابن حبان میں ہے

الْجُعْفِيّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيم بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَام بْن عُرْوَةَ عَنْ أَبِيه عَنْ عَائِشَةَ قالت أنزلت: {عَبس وَتولَّى} فِي بن أمِّ مكْتُوم الْأَعْمَى قَالَتْ أَتَى النَّبِيّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْه وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يقُولُ يَا نَبِيّ اللَّه أَرْشدْنِي قَالَتْ وَعنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّه عَلَيْه وَسَلَّمَ رَجُلٌ منْ عُظَمَاء الْمُشْرِكينَ فَجَعَلَ النَّبِيّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْه وَسَلَّمَ يُعْرضُ عَنْهُ وَيُقْبلُ عَلَى الْآخَر فَقَالَ النَّبِيّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْه وَسَلَّمَ "يَا فُلَانُ أَتَرَى بِمَا أَقُولُ بأسا فيقول لا فنزلت: {عَبس وَتَولَّى} أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّه بْنُ عُمر

عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ عَبَسَ وَتَوَلَّى، ابن ام مکتوم نابینا کے حوالے سے نازل ہوئی انہوں نے کہا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا یا نبی اللہ مجھ کو ہدایت دیں اور رسول اللہ کے پاس اس وقت قریش کے سردار تھے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے منہ موڑا اور دوسرے کو دیکھا اور کہا اے فلاں جو میں کہتا ہوں اس میں تم کوئی برائی پاتے ہو ؟ تو انہوں نے کہا نہیں۔ پس آیت نازل ہوئی

شعیب الأرنؤوط صحیح ابن حبان کی تعلیق میں کہتے ہیں

إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير عبد الله بن عمر الجعفي فهو من رجال مسلم.

اسکی اسناد صحیح ہیں امام مسلم کی شرط پر ہیں اور اس کے رجال ثقات ہیں بخاری و مسلم کے ہیں سوائے عبد اللہ بن عمر الجعفی کے کہ وہ رجال صحیح مسلم میں سے ہیں

البانی نے بھی اس طرق کو صحیح قرار دیا ہے

البتہ امام حاکم نے مستدرک میں اس روایت کو کی سند سے بیان کر کے کہا ہے

فَقَدْ أَرْسَلَهُ جَمَاعَةٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ

اس کو ایک جماعت نے ہشام بن عروہ سے مرسل روایت کیا ہے

الذھبی نے اس پر کہا ہے علی شرط البخاری ومسلم کہ یہ بخاری و مسلم کی شرط پر ہے

عبس وتولی کی شرح مسعود احمد کی نظر میں

لیکن مسعود احمد کہتے ہیں

۱۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عِصمتِ رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(دوسری تقریر)

تراجم کے سلسلہ میں بعض سنگین غلطیوں کی نشاندہی گذشتہ تقریر میں کی گئی تھی آج مزید غلطیوں کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

عَبَسَ وَتَوَلّٰىٓ ۝ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۝ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ ۝ (عبس - ۱ تا ۳)

تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا اس لئے کہ اس کے پاس ایک نابینا آگیا اور (اے رسول) آپ کو علم نہیں شاید وہ پاکی حاصل کرتا۔

مندرجہ بالا ترجمہ وہ ترجمہ ہے جو عام طور پر مترجمین و مفسرین کرتے چلے آئے ہیں۔ مذکورہ بالا آیات کا ترجمہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس کو ملحوظ نہیں رکھا گیا اور ایسا ترجمہ کیا گیا جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نعوذ باللہ اللہ کے رسول معصوم نہیں تھے بلکہ گناہگار اور بد اخلاق تھے۔ آپ نے ایک نابینا صحابی عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی آمد پر تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا

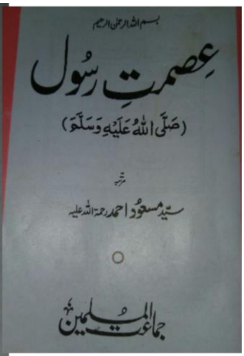
بسم اللہ الرحمن الرحیم

عِصمتِ رسول

(صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

شرح

سید مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ

جماعت المسلمین

اور حدیث پر کہتے ہیں

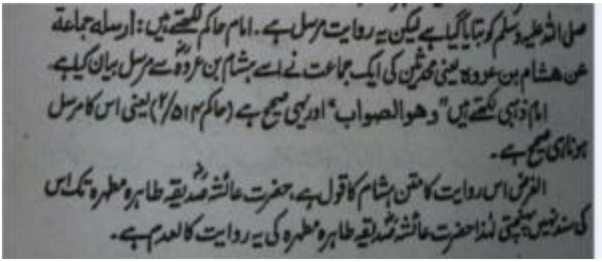
صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا ہے لیکن یہ روایت مرسل ہے۔ امام حاکم لکھتے ہیں: ارسلہ جماعۃ عن ھشام بن عروۃ یعنی محدثین کی ایک جماعت نے اسے ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ سے مرسل بیان کیا ہے۔ امام ذہبی لکھتے ہیں" وھو الصواب" اور یہی صحیح ہے (حاکم ۲/۵۱۴) یعنی اس کا مرسل ہونا ہی صحیح ہے۔

الغرض اس روایت کا متن ہشام کا قول ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ رضی اللہ عنہا تک اس کی سند نہیں پہنچتی لہٰذا حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ کی یہ روایت کالعدم ہے۔

جبکہ یہ الفاظ ھوالصواب تلخیص مستدرک میں سرے سے اس روایت پر ہیں ہی نہیں

من ذنبک وماتائخر کی شرح شیعوں میں

سورہ فتح کی آیت

إنا فتحنا لك فتحا مبينا ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر

ہم نے تم کو واضح فتح دی تاکہ اللہ تمہارے اگلے و پچھلے گناہ معاف کرے

ابو جعفر محمّد بن یعقوب بن اسحاق رازی معروف بہ کُلِینی (پیدائش ۲۴۹ھ –وفات ۳۲۹ھ) کی کتاب الکافی کی روایات صریحا عصمت انبیاء کے عقیدے کا رد کرتی ہیں

الکافی باب الشکر ج ۲ ص ۱۴۲ کی روایت ہے

حميد بن زياد، عن الحسن بن محمد بن سماعة، عن وهيب بن حفص، عن أبي بصير، عن أبي جعفر عليه السلام قال: كان رسول الله صلى الله عليه وآله عند عائشة ليلتها، فقالت: يا رسول الله لم تتعب نفسك وقد غفر الله لك ما تقدم من ذنبك وماتأخر؟ فقال: يا عائشة ألا أكون عبدا شكورا.

امام ابِی جعفر علیہ السلام کہتے ہیں کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ عائشہ کے ساتھ تھے –انہوں نے کہا اے رسول اللہ اپ اتنی مشکل کیوں اٹھاتے ہیں اور اللہ نے اپ نے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے ہیں پس اپ صلی اللہ علیہ والہ نے فرمایا اے عائشہ کیا میں شکر گزار نہ بنوں

الکافی ج ۵ ص ۸۷ ح 8345 کی روایت ہے

علي بن إبراهيم، عن أبيه، عن علي بن أسباط، عن أبي إسحاق الخراساني، عن بعض رجاله قال: إن الله عزوجل أوحى إلى داود عليه السلام أني قد غفرت ذنبك وجعلت عار ذنبك على بنى أسرائيل فقال: كيف يا رب وأنت لا تظلم؟ قال: إنهم لم يعاجلوك بالنكرة

إبي إسحاق الخراسانی نے بعض اصحاب سے روایت کیا کہ اللہ تعالی نے داود علیہ السلام پر الوحی کی کہ میں نے تمھارے گناہ بخش دیے

الکافی ج ۴ ص ۲۰۷ کی آدم علیہ السلام سے متعلق روایت میں ہے

فقال له جبرئيل: إن الله عزوجل قد غفر ذنبك وقبل توبتك وأحل لك زوجتك

پس جبریل نے آدم علیہ السلام سے کہا اللہ نے اپ کے گناہ بخش دیے

معلوم ہوا کہ ۳۰۰ ہجری تک اہل تشیع میں عصمت انبیاء کا عقیدہ متفقہ نہ تھا کلینی اور قمی کا اس پر اختلاف تھا۔ تفسیر القمی المتوفی ۳۲۹ ھ میں لکھا گیا

حدثنا محمد بن جعفر قال حدثنا محمد بن احمد عن محمد بن الحسين عن علي ابن النعمان عن علي بن أيوب عن عمر بن يزيد بياع السابري، قال: قلت لابي عبدالله عليه السلام قول الله في كتابه " ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر " قال: ما كان له من ذنب ولا هم بذنب ولكن الله حمله ذنوب شيعته ثم غفرها له

عمر بن یزید بیاع السابری نے امام ابو عبد اللہ سے کہا اللہ تعالی کا قول ہے تو انہوں نے فرمایا ان سے گناہ نہیں ہوتا نہ وہ گناہ گار ہوتے ہیں لیکن اللہ نے ان کے شیعوں کے گناہ لئے ہیں اور ان کو بخشا ہے

یہ قول امام جعفر سے منسوب ہے جبکہ الکافی میں ان کے بیٹے انبیاء کے گناہ کا ذکر کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گناہ بخشے گئے

من ذنبک وما تاخر کی شرح اہل سنت میں

اس آیت میں اہل لغت کا مفسرین کا کوئی اختلاف نہیں کہ یہاں ذنب کا مطلب وہی ہے جو معروف ہے یعنی گناہ

صحیح ابن حبان کے مطابق

أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّه بْنُ مُحَمَّد الْأَزْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالك فِي قَوْله: {إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ} [الفتح: 2]، قَالَ: [ص:93] نَزَلَتْ عَلَى رَسُولِ اللَّه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْه وَسَلَّمَ مَرْجِعَهُ مِنَ الْحُدَيْبِيَة، وَإِنَّ أَصْحَابَهُ قَدْ أَصَابَتْهُمُ الْكَآبَةُ وَالْحُزْنُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْه وَسَلَّمَ: «أُنْزِلَتْ عَلَيَّ آيَةٌ هِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا» فَتَلَاهَا رَسُولُ اللَّه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْه وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّه، بَيَّنَ اللَّهُ لَكَ مَا يَفْعَلُ بِكَ فَمَاذَا يَفْعَلُ بِنَا، فَأَنْزَلَ اللَّهُ الْآيَةَ بَعْدَهَا: {لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ} الآيَة [الفتح: 5].

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حدیبیہ سے واپس پر نازل ہوئی اور ان کے اصحاب حزن و تکلیف میں تھے پس رسول اللہ نے فرمایا کہ مجھ پر آیت نازل ہوئی جو دنیا اور اس میں جو کچھ ہے اس سب سے بڑھ کر مجھ کو پسند ہے

کتاب کشف الباری اردو شرح صحیح البخاری ج ۲ از سلیم اللہ خان میں ہے

”ماتقدّم“ اور ”ماتأخّر“ سے کیا مراد ہیں؟

۱۔ ”ما“ عموم کے لئے ہے اور متقدم و متأخّر کل کے احاطہ سے کنایہ ہے۔

۲۔ ”ماتقدم“ سے مراد قبل از نبوّت ہے اور ”ماتأخر“ سے مراد بعد از نبوّت ہے۔

۳۔ یا قبل از ہجرت اور بعد از ہجرت مراد ہے۔

۴۔ یا قبلِ فتحِ مکّہ اور بعدِ فتحِ مکّہ مراد ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی دوسرے اقوال منقول ہیں۔ (۱۶)

---

(۱۴) دیکھیے صحیح مسلم (ج ۱ ص ۱۰۸ و ۱۰۹) کتاب الإیمان، باب إثبات الشفاعة وإخراج الموحدین من النار۔

(۱۵) یوسف/ ۲۴۔

(۱۶) ان تمام اقوال کے لئے دیکھیے تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۲۶۲ و ۲۶۳۔

من ذنبک وماتاخر کی شرح مسعود احمد کی نظر میں

اپنی اس تحقیق میں مسعود احمد نے اہل تشیع کو خوب داد دی اور اہل سنت کے علماء کو دوسروں کہہ کر لتاڑا

(تفسیر الصافی جزء ۵ ص ۲۸۴)

دوسرے علماء کی تفسیروں میں یہ چیز نہیں ملتی جو شیعوں کی تفسیروں میں مل رہی ہے گویا فاسد باتوں کی تردید شیعہ مفسرین نے کی لیکن دوسرے علماء مکھی پر مکھی مارتے رہے۔ دوسرے علماء میں سے اگر داؤدی نے یہ کہہ بھی دیا "ھو الکافر" تیوری چڑھانے والا کافر تھا تو حافظ ابن حجر نے یہ کہہ کر اسے رد کر دیا: اغرب الداؤدی۔ داؤدی نے غریب یعنی اجنبی بات کہی (فتح الباری ۸/۳۱۸)

مزید لکھا

اس کے برعکس دوسرے مترجمین مثلاً مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندی، ڈپٹی نذیر احمد صاحب دہلوی اور اشرف علی صاحب تھانوی وغیرہ نے احترام ملحوظ نہیں رکھا اور صاف صاف یہ ترجمہ کیا ہے آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دے۔

ان لوگوں کے ترجموں سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم گناہ گار تھے معصوم نہیں تھے العیاذ باللہ۔

الغرض فتح یا صلح سے گناہ کس لئے معاف ہو رہے ہیں اس کا جواب تو وہ بھی نہ دے سکے جنہوں نے احترام کو ملحوظ رکھ کر ترجمے کئے ہیں اور یہ ایک ایسا معمہ تھا جسے کوئی حل نہ کر سکا۔

بادب مترجمین کے ترجموں کو تسلیم کر لیا جائے تو اگلی اور پچھلی امت کے گناہ معاف ہو گئے تو حیرت انگیز بات یہ سامنے آتی ہے کہ امت کیلئے گناہ کا تو کوئی وجود ہی باقی نہیں رہا ظاہر ہے جب ساری امت بخش دی گئی تو گناہ تو ایک بے حقیقت چیز بن کر رہ گیا نہ اگلا گناہ باقی رہا نہ پچھلا کوئی گناہ باقی رہا سب بخش دئے گئے تو گویا ساری امت گناہوں سے پاک وصاف ہو گئی۔

چنانچہ مسعود بی ایس سی ترجمہ کرتے ہیں

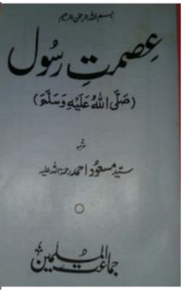

اب ترجمے خواہ اردو زبان کے ہوں یا کسی اور زبان کے بہر حال ان ترجموں سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ انتہائی مضحکہ خیز ہے۔

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ فتح اس لئے دی ہے کہ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کردے. ظاہر ہے کہ جب ذَنْبٌ کے معنی گناہ کر دئے جائیں تو اس کا مفہوم بھی صاف واضح ہو جاتا ہے کہ استغفراللہ من ذٰلک، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آیت مذکورہ کے نزول سے پہلے بھی گناہ گار تھے اور بعد میں بھی گناہ کرتے رہے۔

کیا اس قسم کے ترجمے غیر شعوری طور پر نبوّت پر چوٹ نہیں ہیں؟

لیکن افسوس کہ ذَنْبٌ کا ترجمہ کرتے وقت کسی کو بھی خیال نہیں آیا کہ ذَنْبٌ کے معنی صرف گناہ ہی کے نہیں کچھ اور معنی بھی ہو سکتے ہیں۔

اس تفصیلی وضاحت کے بعد اب آیت کا صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمایئے:-

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ○ لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ○ وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ○	(اے رسول) ہم نے آپ کو فتح مبین دی تاکہ اللہ آپ پر لگائے گئے اگلے پچھلے تمام الزامات کی اصلاح فرمائے اور آپ پر اپنی نعمت پوری کردے اور آپ کو سیدھے راستہ پر چلاتا رہے. (بیشک) اللہ آپ کی (ہر موقع پر) زبردست مدد کرے گا۔

یعنی اپنے مخصوص جامد سوچ کے ساتھ موصوف یہاں تک گئے کہ قرآن میں تحریف معنوی تک کر گئے اور اس کو اپنی تحقیق کی اپج قرار دیا موصوف نے ذنب کا ترجمہ الزامات کر دیا ہے جو ۱۴۰۰ سو سال میں عربی لغت کا ایک شاندار اضافہ ہے اور اس مفہوم کو صرف انبیاء تک مخصوص کیوں کیا جہاں جہاں قرآن میں ذنب آئے اس کو الزام سے بدل دیا جائے تو کیا خوب رہے صوفیوں کا ایک گروہ ایسا بھی گزرا ہے جو کہتا تھا کہ قرآن میں جہاں کافر ہو اس کو مومن پڑھو اور جہاں مومن ہو اس کو کافر پڑھو کو مطلب اور سمجھ میں آئے گا۔ موصوف بھی اسی ڈگر پر چلے اور عجیب و غریب ترجمہ کر گئے۔

عصمت انبیاء کا عقیدہ قرن اول میں نہ دوم میں نہ سوم میں کہیں نہیں ملتا اس کو ائمہ کی وفات کے بعد اہل تشیع کے غالی لوگوں نے گھڑا اور ان سے بحث میں بعض متکلمین نے اس کو محدود انداز میں لیا اور یہاں تک کہ سن ۴۰۰ ہجری کے بعد اس کو قبولیت عامہ مل گئی

قرآن میں ہے

واذ قال ابراهيم لابيه آزر أتتخذ اصناما آلهة انى اريك وقومك في ضلال مبين

اس پر تفسیر قمی میں ہے

حدثني ابي عن صفوان عن ابن مسكان قال قال ابوعبدالله عليه السلام ان آزر ابا ابراهيم كان منجما لنمرود بن كنعان فقال له انى ارى في حساب النجوم ان هذا الزمان يحدث رجلا فينسخ هذا الدين ويدعو إلى دين آخر، فقال نمرود في أي بلاد يكون؟ قال في هذه البلاد، وكان منزل نمرود بكونى ربا (كوثي ريا خ ل)

ابن مسکان نے کہا امام ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا ازر ابراہیم کے والد، نمرود کے ایک منجم تھے

یعنی ابی الحسن علی بن ابراہیم القمی کے دور تک اس کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی کہ یہ ثابت کیا جائے کہ ازر باپ نہیں تھا

اس کی وجہ اہل تشیع کے عقیدہ میں ارتقاء ہے جو معصوم عن الخطا کے حوالے سے ہے کہ جو معصوم ہے اس کی نسل بھی معصوم ہوتی ہے اور یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ سن ۳۲۹ ہجری تک اہل تشیع اس عقیدہ میں ہم خیال نہیں تھے

کتاب حقائق الایمان (اِوحقیقۃ الایمان والکفر) . از زین الدین العاملی الشیر بالشہید الثانی کے مطابق

فهل يعتبر في تحقق الإيمان أم يكفي اعتقاد إمامتهم ووجوب طاعتهم في الجملة؟ فيه الوجهان السابقان في النبوة. ويمكن ترجيح الاول، بأن الذي دل على ثبوت إمامتهم دل على جميع ما ذكرناه خصوصا العصمة، لثبوتها بالعقل والنقل و ليس بعيدا الاكتفاء بالاخير، على ما يظهر من حال (2) رواتهم ومعاصريهم من شيعتهم في أحاديثهم عليهم السّلام، فان كثيرا منهم ما كانوا يعتقدون عصمتهم لخفائها عليهم، بل كانوا يعتقدون أنهم علماء أبرار، يعرف ذلك من تتبع سيرهم وأحاديثهم وفي كتاب أبي عمرو الكشي (1) رحمه اللّه جملة مطلعة على ذلك، مع أن المعلوم من سيرتهم عليهم السّلام مع هؤلاء أنهم كانوا حاكمين بايمانهم بل عدالتهم.

کیاامامت پر اعتقاد اور ان کی فی جملہ اطاعت کرنا ایمان کے لئے کافی ہے یا تحقیق ایمان میں معتبر ہے؟ تواس میں دو رخ ہیں جو نبوت میں گزرے ہیں اور اس میں پہلے کی ترجیح کا امکان ہے کہ ان ائمہ کی امامت کا ثبوت ہی دلالت کرتا ہے کہ جو ہم نے ذکر کیا اس پر خصوصا عصمت پر اس پر عقلی و نقلی ثبوت ہیں اور اس میں دوسرے پر بھی بھروسہ کیا جاسکتا ہی جو حال احوال سے ہم پر ظاہر ہوا کہ ان ائمہ سے روایت کرنے والے اور ان کے ہم عصر لوگ جو ان کے شیعوں میں سے ہیں احادیث کی روایت کرنے میں تو ان میں اکثریت ان کی ہے جو ان کی عصمت کا عقیدہ نہیں رکھتے کہ ان پر یہ چھپا رہا بلکہ یہ ان ائمہ کو نیک جاننے کا عقیدہ رکھتے تھے—اس کو وہ جانتا ہے جو ان کی احادیث پر سے گزرتا ہے جو کتاب ابو عمرو الکشی میں ہے کہ ائمہ علیہم السلام کی سیرتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کی عدالت کا حکم کرتے ہیں ان کے ایمان کا حکم نہیں

یہ شیعہ عالم شہید الثانی کی گواہی ہے کہ ائمہ سے روایت کرنے والے اکثر وہ ہیں جو عصمت انبیاء کا عقیدہ نہیں رکھتے تھے۔ تفسیر قمی میں سورہ المومن کی تفسیر میں ہے

قال: حدثني أبي عن الحسن بن محبوب عن علي بن رياب عن ضريس الكناني عن أبي جعفر عليه السلام قال قلت له جعلت فداك ما حال الموحدين المقرين بنبوة محمد صلى الله عليه وآله من المسلمين المذنبين الذين يموتون وليس لهم إمام ولا يعرفون ولايتكم؟ فقال: اما هؤلاء فانهم في حفرهم لا يخرجون منها فمن كان له عمل صالح ولم يظهر منه عداوة فانه يخد له خدا إلى الجنة التي خلقها الله بالمغرب فيدخل عليه الروح في حفرته إلى يوم القيامة حتى يلقى الله فيحاسبه بحسناته وسيئاته فاما إلى الجنة واما إلى النار فهؤلاء الموقوفون لامر الله قال: وكذلك نفعل بالمستضعفين والبله والاطفال وأولاد المسلمين الذين لم يبلغوا الحلم، واما النصاب من أهل القبلة فانهم يخد لهم خدا إلى النار التي خلقها الله في المشرق فيدخل عليهم اللهب والشرر والدخان وفورة الحميم إلى يوم القيامة ثم بعد ذلك مصيرهم إلى الجحيم

ضریس الکنانی نے امام ابی جعفر سے روایت کیا کہ میں نے پوچھا.. ان موحدوں کا کیا حال ہو گا جو نبوت محمدی کا اقرار کرتے ہوں مسلمانوں میں سے جو گناہ گار ہوں جو مر جائیں اور ان کا کوئی امام نہ ہو اور نہ وہ اس کو پہچانتے ہوں کہ اس کی ولایت ہے؟ پس ابو جعفر نے کہا یہ سب (برزخ) گڑھے میں ہوں گے اس میں سے نکل نہ سکیں گے تو ان میں سے جس کا عمل اچھا ہو گا اور عدوات اہل بیت نہ ظاہر ہوئی ہو گی تو ان کو جنت کی طرف لے جایا جائے گا جو اللہ نے مغرب کی طرف بنائی ہے اس میں گڑھے میں ان کی روح قیامت تک رہے گی یہاں تک کہ اللہ سے ملاقات ہو تو ان کی نیکیوں کا اور گناھوں کا حساب لے گا پھر یا تو جنت ہے یا جہنم ہے اور اگر جہنم ہوئی تو ان کا امر اللہ پر موقف ہے اور کہا اور ایسا ہی کمزوروں کے ساتھ ہو گا اور مصیبت زدہ اور بچے اور اولاد

مسلمین کے ساتھ جو جوانی کو نہ پہنچے ہوں اور جہاں تک ناصبی اہل قبلہ ہیں تو ان کو اگ میں ڈالا جائے گا جو اللہ نے مشرق میں خلق کی ہے جس میں اگ اور انگارے اور دھواں ہے اور گرم پانی کا چشمہ قیامت تک کے لئے پھر ان کو جحیم کی طرف لے جایا جائے گا

یعنی اہل سنت کے نیک لوگ جو ائمہ کو نہیں پہچانتے ہوں گے وہ بھی جنت میں جائیں گے معلوم ہوا کہ قمی کے دور تک ایمانیات میں عصمت انبیاء و معصومین کے عقیدہ کا تو ذکر ہی نہیں تھا

قرآن میں جو عقیدہ پیش کیا گیا ہے اس کو قبول کرنا ہی صحیح ہے نہ کہ عقائد میں اضافہ کرنا اور وہ آراء لینا جن کی جڑیں قرآن میں نہ ہوں –انبیاء سے بشر ہونے کی بنا پر اجتہاد میں چند مقام پر خطا ہوئی، ان کے مقام و مرتبہ کی بنا پر رب العزت نے اس کی فورا پکڑ کی اور بعد میں ان کو بخش بھی دیا یھاں تک کہ انبیاء علیھم السلام تمام گناہوں سے پاک اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

رسول اللہ آیات بھول جاتے تھے؟

صحیح بخاری کی حدیث ۵۰۳۷، ۵۰۳۸، ۵۰۴۲ میں ہے

حَدَّثَنَا رَبِيعُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَقْرَأُ فِي المَسْجِدِ، فَقَالَ: «يَرْحَمُهُ اللَّهُ لَقَدْ أَذْكَرَنِي كَذَا وَكَذَا، آيَةً مِنْ سُورَةِ كَذَا» حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُونٍ، حَدَّثَنَا عِيسَى، عَنْ هِشَامٍ، وَقَالَ: أَسْقَطْتُهُنَّ مِنْ سُورَةِ كَذَا، تَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، وَعَبْدَةُ، عَنْ هِشَامٍ

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو مسجد میں قرات کرتے سنا- پس فرمایا اللہ اس پر رحم کرے اس نے مجھ کو فلاں فلاں آیات یاد دلا دیں

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ ابْنُ أَبِي رَجَاءٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: سَمِعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَقْرَأُ فِي سُورَةٍ بِاللَّيْلِ، فَقَالَ: «يَرْحَمُهُ اللَّهُ لَقَدْ أَذْكَرَنِي كَذَا وَكَذَا، آيَةً كُنْتُ أُنْسِيتُهَا مِنْ سُورَةِ كَذَا وَكَذَا»

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو رات میں مسجد میں قرات کرتے سنا- پس فرمایا اللہ اس پر رحم کرے اس نے مجھ کو فلاں فلاں آیات یاد دلا دیں جو میں بھول چکا تھا فلاں فلاں سورت سے

دَّثَنَا بِشْرُ بْنُ آدَمَ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَارِئًا يَقْرَأُ مِنَ اللَّيْلِ فِي المَسْجِدِ، فَقَالَ: «يَرْحَمُهُ اللَّهُ لَقَدْ أَذْكَرَنِي كَذَا وَكَذَا آيَةً أَسْقَطْتُهَا مِنْ سُورَةِ كَذَا وَكَذَا»

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو رات میں مسجد میں قرات کرتے سنا- پس فرمایا اللہ اس پر رحم کرے اس نے مجھ کو فلاں فلاں آیات یاد دلا دیں جو میں بھول چکا تھا فلاں فلاں سورت سے

اس روایت کی اسنادی علت

ہشام بن عروہ کی روایت کوفہ عراق والوں نے لی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیات بھول جاتے تھے اس روایت کو ہشام سے ان لوگوں نے لیا ہے

أَبُو الصَّلْت زَائِدَة بن قدامَة الثَّقَفِيّ الكوفي - عيسَى بن يُونُس بن أبي إِسْحَاق عَمْرو السبيعي الْهَمدَانِي الْكُوفِي - أبو أسامة حمّاد بن أسامة الكوفي - أبو الحسن على بن مسهر القرشي الكوفي - أبو محمد عبدة بن سليمان الكلابي الكوفي - أبو سفيان وكيع بن الجراح بن مليح الكوفي - أَبُو مُعَاوِيَة مُحَمّد بن حَازِم الضَّرِير التَّمِيمِي السَّعْدِيّ الْكُوفِي - ابُو هِشَامِ عَبْدُ اللهِ بنُ نُمَيْرِ أ الهَمْدَانِيُّ الكوفي

عراق میں ہشام نے بعض روایات بیان کیں جن پر امام مالک کو بھی اعتراض رہا اگرچہ معلوم نہیں ان میں کون کون سی روایات تھیں

اگر اس روایت میں صرف بھولنے کا ذکر ہوتا تو مسئلہ نہیں تھا لیکن اس میں بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوحی کی وہ آیات بھول گئے جو اصحاب رسول قرات کرتے رہے یہاں تک کہ اپ نے جب سنا تو خوش ہوئے اور ان صحابی کو دعا دی۔

یہ متن منکر ہے

روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے آیات یاد دلا دیں جو میں بھول چکا تھا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا کہ کوئی اس طرح نہ کہے کہ میں آیات بھول گیا بلکہ کہے بھلا دی گئیں۔

صحیح البخاری: كِتَابُ فَضَائِلِ القُرْآنِ (بَابُ اسْتِذْكَارِ القُرْآنِ وَتَعَاهُدِهِ) صحیح بخاری: کتاب: قرآن کے فضائل کا بیان (باب: قرآن مجید کو ہمیشہ پڑھتے اور یاد کرتے رہنا)

5032

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِئْسَ مَا لِأَحَدِهِمْ أَنْ يَقُولَ نَسِيتُ آيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ بَلْ نُسِّيَ وَاسْتَذْكِرُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ أَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنْ صُدُورِ الرِّجَالِ مِنْ النَّعَمِ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ

ہم سے محمد بن عرعرہ نے بیان کیا ، انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا ، ان سے منصور نے ، ان سے ابو وائل نے اور ان سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت برا ہے کسی شخص کا یہ کہنا کہ میں فلاں فلاں آیت بھول گیا بلکہ یوں (کہنا چاہیے) کہ مجھے بھلادیا گیا اور قرآن مجید کا پڑھنا جاری رکھو کیونکہ انسانوں کے دلوں سے دور ہوجانے میں وہ اونٹ کے بھاگنے سے بھی بڑھ کر ہے ۔

بھول جانا انبیاء کی بشریت ہے

صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ نماز پر بھولنے پر فرمایا

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ، أَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ، فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي

بے شک میں تمہارے جیسا بشر ہوں، بھول جاتا ہوں جیسے تم بھولتے ہو، جب میں بھولوں تو یاد دلا دو

تعداد آیات

روایت کے الفاظ ہیں یرحمه الله لقد اذكرني كذا وكذا آية كنت انسيتها من سورة كذا وكذا

اللہ اس پر رحم کرے اس نے یاد کرا دیں وہ اور وہ آیات جن کو میں بھول گیا تھا اس اس سورت میں سے

المفہم لما اِشکل من تلخیص کتاب مسلم میں اِبو العبّاس لکھتے ہیں

قال ابن السيِّد البطليوسي : كذا وكذا : كناية عن الأعداد المعطوف بعضها على بعض ؛ من أحد وعشرين إلى تسعة وتسعين

ابن السیّد البطلیوسی نے کہا کذا وکذا یہ کنایہ ہے اعداد کی طرف گیارہ سے لے کر ننانوے تک

مزید لکھا

وإذا قال : له عندي كذا كذا درهمًا ؛ فهي كناية عن الأعداد ؛ من أحد عشر إلى تسعة عشر ، هذا اتفاق من الكوفيين والبصريين . وقال الكوفيون خاصة

اگر کہے میرے پاس کذا کذا درہم ہیں تو یہ اعداد پر کنایہ ہے اس میں گیارہ سے لے کر انیس تک ہے اس پر کوفیوں بصریوں کا اتفاق ہے اور یہ کہا ہے خاص کر کوفیوں نے

مزید کہا

فيكون قوله ـ صلى الله عليه وسلم ـ : ((كذا وكذا آية)) ؛ [أنه] أقل ما يحمل عليه إحدى وعشرون

رسول اللہ کا کہنا كذا وكذا آية تو یہ کم از کم گیارہ آیات تھیں-

عربی ادب کی اس بحث کا حاصل یہ ہوا کہ روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کم از کم گیارہ آیات بھول گئے تھے اور یہ روایت کوفیوں کی بیان کردہ ہے

انبیاء کا الوحی الہی کو بھول جانا

قَاضِی عِیَاض صحیح مسلم کی شرح میں کہتے ہیں

يجوز على النبى – عليه السلام – من النسيان

یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جائز ہے کہ بھول جائیں

اس کی مثال قاضی عِیاض نے دی کہ نماز میں بھول گئے پھر سجدہ سہو کیا- قاضی کے مطابق صوفیاء اور الأُصُولِیّین میں أَبَا المظفر الاسفرايني کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھول و نسیان کو منسوب نہیں کیا جا سکتا – ابن حجر نے فتح الباری میں اس رائے کو قَوْلٌ ضَعِيفٌ قرار دیا ہے

بدر الدین العینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں لکھا ہے

قيل: كَيفَ جَازَ نِسْيَان الْقُرْآن عَلَيْهِ. وَأجِيب: بِأَن النسْيَان لَيْسَ بِاخْتِيَارِهِ.

کہا جاتا ہے: کیسے جائز ہے قرآن میں بھول جانا؟ اور جواب دیا گیا: کہ بھول جانے پر اختیار نہیں ہوتا

راقم کہتا ہے یہاں معاملہ الوحی کے بھول جانے کا ہے جو معمولی بات نہیں ہے – الوحی تو قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر آئی ہے جس کو صرف اللہ ہی بھلا سکتا ہے

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَى إِلَّا مَا شَاءَ الله

ہم اپ پر پڑھیں گے تو اپ بھول نہ سکیں گے سوائے وہ جو اللہ چاہے الأعلی

اللہ چاہے تو اپنے نبی کو آیات بھلا سکتا ہے لیکن اس آیت کا اس حدیث سے کیا جوڑ ہے؟ اللہ جو آیات بھلا دیتا ہے وہ آیات وہ ہیں جو منسوخ کی گئی ہیں اور اس کے بدلے اس جیسی یا اس سے بہتر آیات دی گئی ہیں-

شارحین کی اس روایت پر نکتہ سنجی ہے کہ یہ آیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جان بوجھ کر نہیں نسیان کی وجہ سے بھولے ایسا متعدد نے کہا مثلاً فتح المنعم شرح صحيح مسلم المؤلف: الأستاذ الدكتور موسى شاهين لاشين: كنت أسقطتها من سورة كذا أي كنت أسقطتها نسيانًا لا عمدًا،

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا

حَدَّثَنا بِشْرُ بْنُ آدَمَ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَارِئًا يَقْرَأُ مِنَ اللَّيْلِ فِي المَسْجِدِ، فَقَالَ: «يَرْحَمُهُ اللَّهُ لَقَدْ أَذْكَرَنِي كَذَا وَكَذَا آيَةً أَسْقَطْتُهَا مِنْ سُورَةِ كَذَا وَكَذَا

االلہ رحم کرے اس پر اس نے یاد دلا دیں وہ اور وہ آیات جو اس سورہ میں اور اس سورہ میں سے گر گئیں تھیں

گر گئیں یعنی منسوخ ہو گئیں تھیں – اگرچہ اس صریح بات کو تمام شارحین نے منسوخ آیات یا قرات قرار نہیں دیا ہے البتہ مرقاۃ المفاتیح شرح مشكاة المصابيح میں ملا علی القاری نے کہا

وَيَكُونُ مَعْنَى قَوْلِهِ نَسِيَ، أَيْ نُسِخَتْ تِلَاوَتُهُ

اور ممکن ہے کہ قول نبوی میں بھول گیا یعنی ان کی تلاوت منسوخ ہوئی تھا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض آیات بھلا دی گئیں اس کا مطلب ہے کہ اس کے جیسی دوسری آیت دی یا حکم منسوخ ہوا

بعض آیات ہیں جن کی قرات منسوخ ہوئی اور حکم باقی رہا مثلا رجم۔ بعض آیات ہیں جن کا حکم منسوخ ہوا اور قرآن میں موجود ہیں مثلا روزے کی چند آیات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ ان صحابی نے گر جانے والی آیات کی قرات کی سے معلوم ہوا کہ یہ شخص جس کا قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا اس کی قرات باطل تھی کیونکہ وہ منسوخ آیات کی قرات کر رہا تھا جو رسول اللہ بھول چکے تھے – اس شخص کو اصلاح کی ضرورت تھی – اس کو خبر کی جاتی کہ تو منسوخ آیات کی قرات کیوں کر رہا ہے ؟ لیکن ایسا روایت میں بیان نہیں ہوا کہ رسول اللہ نے اس کو طلب کر کے نئی آیات قرات کرنے کا حکم دیا یا خبر دی ہو کہ یہ قرات اب منسوخ ہوئی –

دوسری طرف اگر یہ وہ آیات تھیں جن کا حکم منسوخ ہوا لیکن قرات باقی رہی تو ایسا ممکن نہیں کہ یہ آیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھلا دی گئی ہوں

ابن حجر نے فتح الباری میں کہا

لَمْ أَقِفْ عَلَى تَعْيِينِ الْآيَاتِ الْمَذْكُورَةِ کون سی آیات تھیں ان کا تَعْيِينِ نہیں ہو سکا

اس روایت کی تہہ میں عجیب بات ہے جو غور کرے اس پر اس کی نکارت ظاہر ہو سکتی ہے